

شاندرا صیلہ پلے کہیں نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے ہمادی بیٹھاڑ تصور ہے میں نہ تاریں، اور ان کے متین  
 نے ہمارے ساتھ ہر ہر چیز پر گھر لوٹے جہاں میں نے اپنے جنم سے زندگ انہوں کی  
 ناکام کوشش کی۔ رات کو ہم طبیلہ "چلے گئے" جو ایک نئی ڈسکو نیک ہے اور میری پسندیدہ۔  
 اسے ایک اصلیل کی طرح سمجھا گیا ہے۔ ہفتے کی شب کو دہاں اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ ہمیں  
 میزروں پر پڑھ کرنا چنانچہ ناممکن ہے۔ اور کتنا لطف آیا ان سردوں میں۔ باقی بعدیں بتاؤں گی۔  
 چیکر سے زیادہ ملا قائم نہیں ہوئیں۔ ان دونوں براولی میں کام کر رہا ہے۔ ایک پانچ  
 میں ہماری زبردست لڑائی ہو گئی۔ میں نے اُسے بتا دیا کہ میں راستے کی دعویں ہوں اور  
 وہ میرے ساتھ وحدت ایسا سوکن نہیں کر سکتا وہ ایک دم بہت اپ سیٹ ہوا اور پھر  
 بیجدنا راض، بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ مجھ سے شادی نہیں کر سکتا،  
 کیونکہ اُسے ابھی ٹیک طرح سے معلوم نہیں کہ وہ ذمہ داری میں کیا پاہتا ہے۔ اُس شام جب  
 میں واپس آئی تو وہ "طبیلہ" میں گیا اور میرے بھائی اندر جیت کو کہنے لگا، میں پیغم سے شادی کو  
 کر دیا ہوں، جانتے کیوں؟ اندر جیت بیجدنا غصے میں ہے۔ وہ اس حقیقت کا سامنا نہیں  
 کرنا پاہتا کہ مجھے چیکر سے محنت ہے۔ اُس نے مجھے ایک طویل لیکھ دیا اور کہا کہ میں چیکر سے  
 شادی نہیں کر سکتی، لیکن کہ وہ صرف ایک پلے بولتے ہے۔ میری اچھی کوہی پتہ چل گیا ہے۔  
 اور وہ بھی یہی کہتی ہے میں بیجد اپ سیٹ ہوں۔ اُس شام کے بعد میں چیکر سے نہیں ملی،  
 چنانچہ کچھ بھی طے نہیں ہوا۔ اگر آئندہ سردوں میں وہ میرے خاندان کی مرضی کے بغیر مجھے قبول  
 کرنے کو تیار ہو تو میں اُس کے ساتھ شادی کر دیں گی۔ فی الحال میں ذمہ طور پر منتشر ہوں۔  
 مجھے تو چیکر کا بھی پتہ نہیں کہ وہ میرے بارے میں کیسی بھی کیا محسوس کرتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم  
 ہے کہ اگر میں نے اس کے ساتھ شادی کر لی تو وہ مجھے بہت ذکری کر سکتا ہے، اگر وہ چاہے تو  
 دیکن وہ میری کمزوری بن چکا ہے اور جانتا ہے۔ امیر کے کچھ ہونے والا ہے۔ اور ناز کے ہاں  
 بھی، ہمیں میں شاید۔ وہ اپنی ماں کے پاس چل گئی ہے اور اُس کے خاوند بادل کا بڑا حال ہے۔  
 بادل، سگھنڈ اور بڑا کا بڑا زبردست حادثہ ہو گیا ان سردوں میں۔ اگھے روزگار  
 کی شادی بھی۔ یہ تینوں بہت ہی بلند فرم کے نئے میں مست مرٹک کے درمیان میں پری فار

سے گماڑی چلا ہے تھے۔ چنانچہ ایک گول چکر کے گرد جانے کی بحاجت سیدھے گئے اور ڈالا  
و حملہ کر دیا۔ بادل کی آنکھیاں ڈٹ گئیں اور ایک دامت آدھارہ گیا۔ وہ مجبنت اتنا مغزہ  
ہے کہ بجا شے اس کے کہ زندگی بچ جانے پر شکر کرے اُٹا خرا رہا ہے کہ اب ہیں سکراوں  
گا تو میرا دامت آدھار کھائی ہے گا۔ خوش قسمتی سے سکھنڈ کو زیادہ چوتھے نہیں لگی۔ پھر ہمی  
شادی کی تصویریں میں اُس کا چہرہ قد سے چھولا ہوا ہے۔ مجھے اس کی بیوی بالکل اچھی  
نہیں لگتی۔ کینہ پودھی ہے۔ اب ختم کروں! پیغمبر جلد لکھنا۔ کیا بتم خوش ہو؟

پریم

دستاویکی کو جب میں نے پہلی مرتبہ پڑھا تو نادل کے ابتدائی سو ڈیڑھ صفحے تو مجھے  
بانواعده نگھنے پڑے۔ شہروں اور قصبوں کی ایک ایک ایونٹ کی تفصیل سے شمار کر کر دار ہو۔  
ایک ایک کر کے تحریر میں سے اُبھرتے اور پھر ان کا نام و نشان تک ملتا۔ پھر آہتا ہے۔  
جب میں اُس ماحل کا ایک حصہ بن گیا، ان کرداروں کی سرخوب خداک، ان کے جذبوں،  
نفسیاتی الجھنون، اشتہت و برخاست کے طور طریقوں اور محرومیوں سے واقعہ ہوا تو  
پھر دستاویکی کی داستان گئی نے مجھے نہیں لیا۔ نادل کے اختتام پر ایک جھلائیہ کی سی  
کیفیت طاری ہو گئی کہ یہ کروار تو بدن رکھتے تھے، جیتنے جاتے تھے۔ پھر ختم کیوں ہو گئے،  
صرف کاغذ میں مقید کیوں ہیں۔ میرے چار چیزوں کے ہمیشہ کے لیے سانس کیوں نہیں لیتے  
وہ تھیں۔ چونکہ پریم کے اوپرین خطابی ایسے ہی تھے۔ اُس کے دوست، اُس کی سہیلیاں کسی  
فقرے کسی لفڑی کے انہار، کسی پیارکے بول میں سے جانکر چلے جاتے اور پھر آہتا  
ہے۔ ماہرپ، امیر، بادل، چیکو، اندھیت، دنو۔ سکھنڈ لفظوں کے بلادے چاک کر کے  
میرے اُس پاس پھیل گئے جیسے اکیسوں روزانڈے کے باریک چھٹکے کو چونجھے مار کر  
چوڑہ دھیرے دھیرے باہر آتا ہے اور آپ کو جیرت سے دیکھنے لگتا ہے۔ میں ایک  
نظرہ آنے والے انسان کی طرح اُن لوگوں کی پارٹیوں اور کاررواؤوں، مختوقوں اور بیویوں  
میں شامل ہو گیا۔ پریم مجھے لاہور کی گرمیوں میں سے نکال کر ڈالہوڑی کی خنک بارشوں اور  
دوہی کے ٹروپنگ مچاتے ہجوم میں لے جاتی۔ میں حساب لگاتا رہتا کہ ناذ کے ہاں پچکہ بھاگا۔

پریم کے امتحانوں کے باسے میں نکر مند رہتا ہیں ہٹلر کی کار کی پچھلی نشست پر پریم کے ساتھ بیٹھا ہوتا اور خوف زدہ رہتا کہ بادل کی تیز رفتاری کی وجہ سے حادثہ ہو جائے۔ چکر اور پریم "طبیلہ" کی میزوں پر چڑھ کر میرے سامنے دنس کرتے اور مروڑے پڑتے الیسی پریم ہولی کے دن مجھ پر رنگ چینکتی۔ اُس کا ہر خط پیٹھوار کے بجھ کی مانند ہونا جسے کھلتے ہی منتتفت کر دا را پھل کر باہر نکلتے اور میرے سامنے پیکوں کی طرح رقص کرنے لگتے۔ مگر پریم ان سے الگ رہتی، ہمیشہ ایک فاسٹے پر چھپ چھپ اور میری دسترس سے باہر فاموش! خط ختم ہوتا تو یہ کردار پانچ لباس سمیٹتے ہوئے دوبارہ بجھ میں کھس جاتے۔

ڈاہری

۱۸ اپریل ۶۴۹

### پیارے مستنصر!

ابھی تک مجھے نہیں لکھا تم نے! کیا تھیں میرا آخری خط نہیں ملا؟ خدا کر سے مل گیا ہو کیونکہ وہ باقاعدہ ایک اخبار نہ کتا۔ اتنے عرصے سے تھاری جڑ نہیں آئی اور میں بہت اُواس ہوں۔ تھاری پریم مجھے اُس کا خط مل گیا تھا مگر وہ آخری نہیں تھا۔ آخری خط آیا مگر بہت بعد میں۔

۵ اگست ۶۴۹

### میرے پیارے مستنصر!

مجھے تھا اسے دلوں خط قوم لگتے مگر پہلے میں تھاری تصور بر بود نہ تھی۔ یہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان جو بیوودہ پوشی ستم ہے اس کی گذشتہ ہے۔ تصور بر واقعی بھیجی تھی یا ذہنی طور پر عین حاضر تھے۔ آج چھٹی ہے اور اس وقت اگر چہ بھکر اسی پڑھنی چاہیئے مگر فرانسیسی گئی عبارت میں یہ تقدیم خط لکھنا چاہتی ہوں۔ مستنصر میں کیا کروں؟ میرے گھر والے میری شادی اُسی رُکے سے طے کر رہے ہیں، میں جانتی ہوں کہ وہ ایک اپاڑا کا ہے اور اس کی آدمی بھی معقول ہے مگر یہ کوئی وہ

نہیں کہ میں اس کے ساتھ شادی کروں۔ نہیں کہ ناچاہتی میں شادی اس کے ساتھ! اگر میں نے اُس کے ساتھ شادی کر لی تو مجھے کبھی خوشی نہیں نہ ہوگی اور نہ ہی میں اُسے خوشی وسے سکوں گی۔ مگر اس کا دوسرا پلکو یہ ہے کہ آخر میں کتنی دینک اس انتظار میں بیٹھی رہوں کہ چیکر کوئی فیصلہ کرے اور میں اُس کے ساتھ شادی کروں اور اگر ہماری شادی ہر بھی جانتے تو بھی مجھے موقع نہیں کہ چیکر مجھے خوشی وسے سکے گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ تین چار برسوں کے بعد ہپڑا لکیریں کے ساتھ فلرٹ کرنے لگے گا۔ مجھے پتا ہے کہ وہ مجھے دکھ دے گا۔ اب ہمیں کہا رہ جان ڈی جو کہ مجھے دکھ دیتا ہے اور اگھے دوز مجھے اتنا پیار کرتا ہے کہ میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ میں سوچنے کے قابل نہیں رہی کہ میں کیا کروں۔ تم ہی بتاؤ مستنصر، تخارا کیا خیال ہے؟ سب کچھ جانتے ہوئے ہمیں چیکر کے ساتھ شادی کروں یا ایک طے شدہ شادی قبول کروں میں اتنی زیادہ اپ سیط ہپل مستنصر ایک لمحے میں اس کے ساتھ شادی کرنے کا ریک لیتے پر تیار ہوں، اور دوسرا طھے میں کانپ کر کہتی ہوں کہ نہیں اسے بھول جانا چاہیئے۔۔۔ مگر میں اُسے سینیں بھرل سکتی ہیں اُسے سچھے پائچ برس سے پیار کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اس کا خاندان بالکل بھر جیکا ہے۔ والدین میں طلاق ہو چکی ہے۔ اور ماں ہوں نے دوبارہ شادی کر لی ہے اور ہاں اُس کا بڑا بھائی باول یا تو صرف فلرٹ کر رہا ہے اور یا پھر افسوسی مجھ سے محبت کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری بات ہے۔ اگر میں چیکر سے شادی کروں تو باول مجھ سے فلرٹ کرے گا تو میری میں کیا کروں گی۔ میری مدد کر مستنصر میں اتنی ناخوش ہوں۔

نیز ان سردیوں میں میں نے خوب لطف اٹھایا۔ میں چند بہت اچھے لڑکوں کے سہراہ باہر گئی۔ ہم سہیشہ ایک ہجوم کی صورت میں لھر سے نکلتے تھے۔ سونی، گوگی، بگوگی اور دنوں بے حد تشریف اور تہذیب یافتہ رڑکے تھے۔ مجھے اتنا اچھا لگتا تھا نال کہ انسان چیکر، باول اور لڑکا کے بعد اتنے خوش اخلاق لڑکوں کے ساتھ باہر جائے رہاں لڑکوں نے کبھی کسی لڑکی کے لیے دروازہ کھلنے کی زحمت نہیں لگی۔ درندے)

کیا میں نے تھیں اپنی کرزنگی کے باسے میں بتایا تھا؟ اُس کی ماں آسٹریلین ہے۔ ہم تب سے دوست ہیں جب ہم فتحی متی پچیاں تھیں۔ دہلی میں جب کجھی کسی پارٹی سے والپی ہوتی تو میں اُسی کے گھر سوتی تھی سلکر صبح ۷ بجے تک ہم گپتیں مارنے تھیں۔ ایک مرتبہ اُس کے والدین دہلی سے باہر گئے تو پورے ایک سفتے کے لئے اُن کا نیٹ اور کار رہائے قبضے میں رہے اور ہم نے خوبی دیش کی۔ وہ اُسست میں پریس جاری ہے اور میں اُسے بہت مس کروں گی اور وہاں میں تین آسٹریلین لڑکیوں سے بھی ملی تھی۔ بس وہ تو یونیک تھیں۔ دو ہفتتوں کے لیے انڈیا آئیں اور ڈھانی برس برا جمان رہیں۔ یا سیمین کا ند پانچ فٹ آٹھارائیخ میں تراپائی فٹ گیارہ ایکھ اور لیز اچھفت دو ایکھ کی تھی روما اور وہ ٹبری زبردست چیزیں تھیں۔ پارٹیوں پر اتنے پاگل کپڑے پہن کر آجائی تھیں کہ کیا بتائیں۔ ہر قوت پھر کتنی رہتی تھیں۔ اور جب رڑ کے سشت پڑھاتے تھے تب بھی ایکلی ناچھتی رہتی تھیں۔ ہر شب کو وہ ایک نئے لیکے کے ساتھ باہر جاتیں اور اُسی کے ساتھ سو جانیں۔ اخلاقیات کے باسے میں وہ بالکل اُن پڑھ تھیں۔ ہندوستانی لڑکیوں تو انکے تھیں اُن کی یہ حرکتیں ویکھ کر میں نے اُنکی سانحہ اور یا سیمین اندر کے ہمراہ ٹبری باعثی کے ساتھ ویکھی جاتی تھیں، وہ دوسرے لاکوں کے علاوہ۔ حدیہ ہے گوگی میں میں اکونام کی بھائی "والف" کہ کہ پیکتا تھا۔ بالآخر وہ یہاں سے چلی گئیں، اللہن کے لیے براستہ لاہور۔ قم سے میں؟ میں نے اُنھیں پڑھ دیا تھا۔

تم تو اتنی مشکل مشکل کتنا بیس پڑھتے ہو کہ میں نے تو اُن کے نام تک نہیں پڑھے قم سپین کے باسے میں آٹاکیوں پڑھتے ہو؟ تم سیاحت پر جانے کا سوچ رہے ہو۔ میرا بھی چاہتا ہے مٹھا سے ساتھ پلی جاؤں سپین وغیرہ میں نے پاکستان تو ضرور آنا سئے کبھی نہیں۔ میری شدید ہوا ہش ہے کہ قم سے ملوں قم سے ملنا کتنا عجیب لگے گا۔ کیا یہم طبیل کی طرح ایک دوسرے سے ملیں گے؟

میر سے متحاں دو ہفتے تک شروع ہو رہے ہیں اور جب تک یختم نہ ہو جائیں میں تھیں طویل خط لکھنے سے پرہیز کروں گی۔ لیکن قم ضرور باقاعدگی سے لکھتے رہنا۔

اندر، کئی، ما ریا اور سونی یہاں آرے ہے ہمیں امتحانوں کے بعد۔

میرا خیال ہے اب مجھے ختم کرنا ہی مہگا۔ میرے ارد گرد لکھ کیوں کا ایک غول ہے جو مجھے تنگ کر رہی ہیں کہ تھا رامستھر بالکل فیدا پ ہو جائے گا اتنا طویل خط پڑھتے پڑتے سچ بتاؤ یا تم ہوئے بی پلیز جلدی کھسنا۔

محترمی زبردست فین : پریم!

کتنا احمد قاءذ خوف کد مجھے کبھی خوشی نصیب نہ ہوگی؟

اور تم پیں کے باسے میں اتنا کچھ کیوں پڑھتے ہو؟

اور ہاں اُس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی پاکستان حضور آئے گی کب؟

۸ - ۱ - ۶۹

### ہیرو اجنبی!

کیوں جناب آج کس سلسلے میں مجھے خطا سے فواز گیا ہے؟ کتنی خوبصورت بات کہ تھیں اتنے عرصے بعد میری یاد آئی اور سفر میں بہت غصے میں ہوں تھاری اس لاپرداں کی وجہ سے جنگلی بڑی بیٹی ہوں۔ اس وقت میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اپنا غصہ بیان کرنے کے لیے۔ مجھے چاہتے ہیں کہ میں کبھی تم کو نہ لکھوں، کبھی بھی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تھاری اتنی لاپرداں کے باوجود میں تھیں کیوں لکھنے بیٹھ گئی ہوں۔ مجھے کہنا تو یہ چل ہتھیے کہ ہم جانے کب ملے تھے۔ کیونکہ میری یاد داشت بہت مختصر ہے اور میں تھار انام تک نہیں جانتی..... لیکن دراصل میں کہوں گی یہ کہ میں نے تھیں بہت ہر س کیا ہے، تھیں اور تھا رے خلوں کو۔

اویستھر، پچھلے چند ماہ میرے لیے ایک بو بھتھتے اور مجھے علم نہ تھا کہ میں کیسے ان میں سے گزر دیں گی۔ اتنے چھوٹے سے بیماری قبیلے میں اپنی عمر کا ایک برس لبر کرنا کتنا دشوار ہے۔ صرف لکھ کیوں اور رہا سا دل کی رفاقت میں سچ پوچھ تو میں بہت اکتا کئی ہوں اور اب جب کھڑا پیں جانے کا رفت قریب آ رہا ہے تو میں پھر سے مہی پہاں وحشی لڑکی بنتی جا رہی ہوں۔ میں بالائیں فرمبر کو دہلی جا رہی ہوں اور یہ تھاری بہتری

سچکتم اس سے پہلے مجھے خط لکھ دو، ورنہ..... پلیز لکھ دو۔

کتنی اور الاپے آئے تھے پچھلے ماہ۔ حکمر کی بیشتر جنگی میں مثلاً بادل اور ناز کے ہاں بیٹھی پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے اُس کا نام ایک اموریکی ریڈ آندین تبلیغی کے نام پر لکھا۔ ہے یعنی شیان۔ کیا یا میٹ سبیٹ نام نہیں؟ پتہ نہیں اس طرح کے نام کا اُس کی آشنہ زندگی پر کیا اثر ہو گا۔ چند روز پہلے بادل اور ناز ایک پارٹی میں بہت بُری طرح اُبجھ پڑے۔ بادل ذرا نئے میں تھا اور اس کو شک ہوا کہ ناز راجج کے ساتھ فلرٹ کر رہی ہے۔ اُس نے اُسے کہ ہوں سے پکڑ کر اتنا نہیں زد سے جسم خود اک اس کا نیکس ٹوٹ گیا اور تمام جماہرات فرش پر دکھ رکھے۔ اُس نے اُسے مارا بھی کتنی بُری بات۔ امیر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے نہیں اور پالیں کا پتچر پچھلے ماہ ہونا تھا۔ ابھی تک پتہ نہیں کیا ہوا، بیا نہیں ہوا۔

اس وقت لارکی تیسم بچ رہی ہے اور مجھے منی یاد آ رہا ہے کہ ایک مرتبہ جب میں اُس کے ہمراہ رقص کر رہی تھی تو وہ غصہ والا دینے کی حد تک مجھے سے فلرٹ کر رہا تھا۔ پہلے پہل تو میں ہجد شاکر ہوئی گریں یہ نہیں کہوں گی کہ بعد میں اُسے انجاتے نہیں کیا۔ شاید اسی لیے وہ مجھ پر کچھ کچھ اثر آندا ہو جاتا ہے۔ بہت ہمینڈ سم ہے۔

کیا میں چکر سے شادی نہیں کروں گی؟ چکر، اس کے ساتھ شادی کرنا بہت فن ہو گا مگر ہم زیادہ دیر ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ وہ فلرٹ بہت کرتا ہے اور میں جیسی بہت ہوتی ہوں۔ ان سردوں میں میں اُسے ایک فاصلے پر رکھوں گی۔ مجھے رکھنا ہو گا کیونکہ مجھے جلد ہی منگنی کروانا ہو گی۔ میں ایسے نازک مرحلے پر اس کے ساتھ جذباتی ہونا اور ڈنہیں کر سکتی۔ یعنی اس سے زیادہ جتنی کہ ہو چکی ہوں۔ ایک اور لڑکا سے جس کے ساتھ میں شادی کر سکتی ہوں مگر وہ جاٹ نہیں ہے اور میرا باپ اُسے ناپسند کرے گا۔ ہم کسی اور ذات میں شادی نہیں کر سکتے۔ اور تم سکھ ہوئیں سکتے۔ جیز مجھے تو فرق نہیں پڑتا چاہے لڑکا سکھ ہو یا نہ ہو لیکن مجھے داڑھیوں سے بہت وحشت ہوتی ہے۔ بالکل سیکسی نہیں ہوتیں۔

چھپے ماہ ہم آٹنگ پر سر پیگر گئے۔ یک شیر سے میری پہلی ملاقات تھی جو فوڑا ہی محبت

میں بدلتی۔ نشاط باغ کے قریب جسیل ڈل کے اختتم، رہم ایک گھر میں ٹھہرے ہو گئے۔ اور پہلگام بھی گئے اور بہت سی شاپنگ کی۔ ایک روز سب لڑکیاں شکایتے پر سوار ہو کر نگین جسیل تکمیلیں۔ ہمیں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ لگا اور میں تھیں تباہی کر راستہ کتنا خوبصورت تھا۔ ہم شام کو واپس آئے تو جسیل ڈل غروب آفتاب کے بعد بالکل گھانی ہو رہی تھی اس منتظرے مجھے چھو اکبیں پر۔ میراجی چاہا کہ یہ لمحے کسی ایسے شخص کے ساتھ فراز اور جو میرے لیے اہم ہو۔ اور ان یہ زبردست موقع خاصگرد پہنچنے کا اور ہم نے بہت پہنچے اور ان جس گھر انے میں ہم سے ڈھنے والے مسلمان تھا اور اب میں تھا۔ طور طریقوں سے دافت ہوں۔ دیکھتے کب کیا ہو جائے؟ میں کشیر چوڑ کر امتحاؤں کے پاس ہنیں آنا چاہتی تھی مگر انہاں پر۔

ختم نہ کروں؟ با میں نمبر سے پہلے لکھنا۔ خدا حافظ پر ملے نچے۔ میں انتظار کر گرہتی ہوں۔

### تھاری

پیرم

وہ پاکستان تو نہ آسکی مگر ہم نے ایک اجتماعہ منصرہ بتیا کیا۔ اگر پریم دہلی سے بانی ایسا کابل چلی جائے اور میں بھی دراں پہنچ جاؤں تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ چند وہ ذکر گزار سکتے ہیں۔ پیرم نے اس تجویز کو انتہائی سمجھی گی سے لیا اور باتا عده مجھے مشورہ طلب کرنے لگی کہ جہاڑ سے اُترتے ہوئے کو فسالا بس پہنؤں اور کیا تم مجھے پہچان لی گے دعیہ و دینو۔ ایک روز جب میں افغان سفارت خانے کو دیزا فارمز کی فراہمی کے لیے خط لکھنے کے باسے میں سونج رہا تھا تو پیرم کی ایک مخفی چھٹی آگئی۔

مستفسر!

میں نے کابن میں تم سے ملنے کے بارے میں پھر سوچا ہے۔ میں نہیں سکتی۔ میں آتا چاہتی ہوں مگر نہیں آؤں گی۔ تھاکے خٹوں نے مجھے روم کر دیا ہے اور میں پچھنا نہیں چاہتی، ہم دو فری کسی فرم کی گڑپڑ اور ڈنیں کر سکتے۔ کیا تم سکھ ہونا اور ڈکھنے ہو۔ اور پھر چیکی بی تو ہے۔ پیارا!

پیرم

میں برس ایک مرتبہ پھر میرے بدن میں خیر مذن آوارگی کے شیطان نے مجھے دغدھلایا۔

میرے پاؤں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ دیوانِ عجیب سفر کے مسکون نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور میں اپنے چار چینیے سے ناطاً توڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ وسط ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں دھنکے کھاتا پسین میں وار و ہوا۔ پسین کی سیاحت کے اختتام پر میں نے عمل کافت سے بار سزا ناہیک ساحلِ مرٹک پر سفر کیا۔ میری بس کے داتیں ہائی سلوٹس کاریں شرلاٹے بھرتی ہٹی گز رہی تھیں۔ بارسلونا ایک سانو لا سلوانا شہر ہے پر کش اور سمندری ہوائی نیکیں۔ اس کی مشرکت لارامبلا پر صرف پہلوں کی وکانیں ہیں۔ شو خی رنگ اس قدر دیکھتی ہوئی کہ جیسے بارسلونا میں اُنگ لگ گئی ہو۔ مجھے پریم کا خیال آگئا جسے میں نے وطن چھوڑنے سے پیشتر رد انگلی کی اطلاع بھی نہ دی تھی۔ میں نے ایک تصویری پوست کا رد خریدا اور رد ہوئی کے پتے پر روا نہ کر دیا۔ پوسٹ کارڈ پر آتشی زنگوں کے سلسلتے ہوئے پھول نخے اور آن کے درمیان میں لکھا تھا۔

نارمل قسم کا پوست کا رد جو عین ملکوں میں چھیاں منانے والے لوگ وطن میں مشقت کرتے ہوئے وہ ستوں کو صرف جلانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ صرف جلانے کے لیے۔ اسی دوسرے حسب میں اپنی ڈاک و صول کرنے تھامن شک کے دفتر گیا تو وہ ستوں اور بھائی بھینوں کے خطوط میں ایک لفاذ ایسا بھی تھا جس پر ڈھونڈی کی مہر لگی تھی اور پریم کی تحریر پر تھی۔

### ڈیمِ مستنصر!

یہ مکمل درندگی کی انتہا ہے کہ تم مجھے بنائے بیزی پاکستان سے چلنے گئے ہو۔ اتنی دوڑ کہ مجھے پہلی مرتبہ احساس ہتا کہ میں تھیں کتنا مس کرتی ہوں۔ تم کب واپس آ رہے ہو؟ جلدی آ جاؤ۔ شاید یہیں بیزی قوت ہوں۔ یا شاید نہیں ہوں، اس لیے کہم لا ہو رہیں ہو یا بارسلونا میں۔ مجھے ترک سے فرق نہیں پڑنا چاہتی۔ مجھے اطمینان جب ہی ہو گا جب تم واپس آ جائیں گے۔

اور ان یہ تھیں پسین سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ میں جلتی ہوں۔ پسین سے (اس لیے کہ تھیں پسند ہے)

میں نے اپنے چند خطوں کا جواب نہ پا کر تھاری بہن شائستہ کو خط لکھا جس نے مجھ تھارا  
بازسلو ناکا پڑتے بھیج دیا۔

بازسلو ناکیسا شر ہے؟ میں نے پہلی مرتبہ اس کا نام سنایا ہے۔ پیارا!  
پریم

میں جلتی ہوں سپین سے۔

بازسلو ناکیسا شر ہے؟ میں نے پہلی مرتبہ اس کا نام سنایا ہے۔

وطن والپی ہر لڑی پر کے لالچی کیکڑے نے اپنی شانگیں سفر ناموں، افسالوں اور  
نادلوں کی صورت میں میرے بدن پر اس طرح لپیٹ دیں کہ میں پریم کے باقاعدہ خطوط  
کے جواب میں کہی کجھار ہی فلم آٹھاٹا کچھ عرصے بعد اس نے ایک محضہ خط میں مجھے طلاع  
لی کہ اس کی شادی ہو ہی ہے۔ مگر اس نے یہ نہیں بتایا کہ چکو کے ساتھ یا اس رڑک کے  
کے ساتھ جو کہ سکھ ہے اور جاٹ ہے اور اس کے والدین کی پسند ہے میں نے اسے  
مبارکباد کا ایک کارڈ وانڈ کر دیا۔ پھر وہ خاموش سی ہو گئی ہیں تو غافل تھا ہی میں نے  
اُس کی تحریر کو رس نہیں کیا۔

ایک روز ارشد میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا۔ پریم کیسی ہے؟ تو مجھے یارا آیا کہ اُس  
کا آخری خط آئئے ہوئے ایک عرس بیت چکا۔ میں نے اسی وقت اپنے تمیں ایک  
نہایت چھبٹا ہرا خط لکھا کہ میرا نام یہ ہے اور پتہ یہ ہے اور ہم کسی زمانے میں دوست  
ہوا کرتے تھتے۔ وہ خاموش رہی۔ وہ برس اور بیت گئے۔

۱۹۴۵ء میں میرے پاؤں کے نلوے پھر آبلوں کے لیے ترسنے لگے میں نے گھر  
والوں کی منت سماجت کر کے آخری مرتبہ سفر پر جانے کے لیے اجازت مانگی۔ خیر  
اجازت تو نہیں مانگی کیطرف طور پر فصلہ دے دیا کہ میں جا بیا ہوں امید ہے آپ مانڈ  
نہیں کریں گے۔ روانہ ہونے سے پیشتر میرا جی چاہا کہ میں کچھی مرتبہ کی تلافی کر دوں اور پریم  
کو روائی کی طلاع کروں۔ میں نے اُسے لکھا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں گھر نکرنا نہ کرو اس  
مرتبہ سپین نہیں جا رہا جس کے نام سے تم جل جاتی ہو۔ اور اگر تھاری شادی ہو چکی ہے۔

اور تم نے بہت سارے نجی پیدا کر لیے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کر سکتے خطا بھی نہ کھو۔  
 تم نے خود ہمی تزویہ کیا تھا کہ شادی کے بعد بھی ہم و دوست رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔  
 برگمان کی ایک فلم متی "وی سیلو نٹھ تیل" ایک ناتھ صلیبی جنگوں سے واپس آ  
 رہا ہے، وطن کی جانب۔ ایک نیتی اور انسان دوپھر میں وہ کھینچنے کے درمیان بنی  
 پکڑ دیتے ہی پر چل رہا ہے، جو کی بالیاں اگئی کی شدت سے سہری ہو کر چاہ چیزیں سننا ہیں میں  
 صرف یہی سننا ہے، صرف وہی ناتھ ہے، اور کوئی آدا نہیں، اور کوئی بشر نہیں  
 ناتھ دیکھتا ہے کہ وہ کھینچنے کے درمیان ایک زندگی سیاہ پیکر کھڑا ہے "میں موت  
 ہمیں" قریب آتا ہوا سیاہ پیکر کہتا ہے اور میں تھامی جان لیخنا آیا ہوں خدا نہ دجلہ  
 کے حکم سے "ناتھ" سے بحث میں الجایتا ہے کہ میں نے مذہب کی خاطر وطن سے  
 ڈور جا کر اپنی جان کو خطر سے میں ڈالا، اور جبکہ میری چلا طعنی ختم ہونے کو ہے خدا کو  
 میری خدمات کا یہ صدھ نہیں دینا چاہئے۔ سیاہ پیکر کہتا ہے "میں حکم کا تابع ہوں۔  
 بحث کی گنجائش نہیں" اس پر ناتھ جو کہ شطرونگ کا ماہر ہے تجویز پیش کرتا ہے کہ اُد  
 ہم ہر شام شطرونگ کی بازی لگاتے ہیں، اگر میں ہار جاؤں تو بیشک میری رُوح قبض کر  
 لینا سیاہ پیکر اپنی زرد سکراہمٹ کے ساتھ حامی بھر لیتا ہے۔ ہر شام بازی لگتی ہے۔  
 اور ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوتا اور ہو سکتا بھی نہیں کہ ناتھ ایک الیسی چال چل چکا ہے  
 کاب وہ شکست نہیں کھا سکتا۔ پھر ایک صرف ہے سدنان لینڈ سکیپ اور اُجڑتے  
 ہر ٹے قبصوں اور ستپتے ہوئے ویراںوں کا ناتھ چل رہا ہے اور کچھ فاصلے پر سیاہ  
 پیکر اُس کے تعاقب میں۔ انسان چل رہا ہے اپنی ناقابل شکست چال کے تکڑیں اور کچھ  
 فاصلے پر موت کو دہ بحق ہے اُس کے تعاقب میں۔ اور بالآخر..... میرا سفر بھی کچھ کچھ  
 اُس ناتھ سے مشا بہت رکھتا تھا۔ زردو ٹو پیکر کے سیاہ سائے ہمروقت میرے تعاقب  
 میں ہے، مجھے زیر توڑ کر کے گر میرے تعاقب میں ہے۔ افغانستان، ایران، ترکی اور  
 لبنان میں اُمہنی نے میرے بادے کو گرفت میں لیا مگر میری خوش بختی نے ان کے ہاتھوں  
 میں کچھ کپڑا ہٹ طاری کر دی اور میں نیچے نکلا۔ مگر موٹر لینڈ میں..... اُس نکھرے ہوئے

خط پر ایکتھکیل صبح کو میں نے اپنے چاپ کو برمنگم فون کیا تاکہ اپنی آمد کی پیشی اطلاع کر سوں۔  
آن کی بیٹی نے فون اٹھایا۔

”مستقر بول رہا ہوں، موٹر زلینڈ سے.....؟“

”جی بھائی جان.....؟“ صرف انسا کجا اور دھاڑیں ماردار کر دنے لگی۔

”خالدہ..... کیا بات ہے؟ خیر تو ہے؟“

”خیر نہیں ہے بھائی جان..... ساجد بھائی شید ہو گئے ہیں؟“

کوئی تھی کی قدر صبح بھی الیسی ہی ہو گئے خنک اور چمکیلی جب تیپن ساجدنز یونے اپنے فوجی جہاز کے پیسوں کو زمین کی گرفت سے علیحدہ کیا۔ چند سو گز اور پرانے کے بعد زمین پر کھڑے لوگوں نے دیکھا کہ جہاز والیں آ رہا ہے اور پھر اس کا ڈھانچہ ان کے سامنے جل رہا تھا۔ ساجد کو جلتے ہوئے جہاز کو توڑ کر نکالا گیا تو وہ ہوش میں تھا۔ اُس نے سڑپر پریٹن سے انہمار کر دیا اور خود چلتا ہوا اپنی جیپ نکل گیا۔ جیپ کو ڈرائیور کے ہستپاں پہنچا۔ طویل سڑپریٹھیاں طے کیں اور ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہو کر رکھنے لگا۔ ڈاکٹر میں شدید درد محسوس کر رہا ہوں مجھے کوئی انجکشن لگا دو۔ ”اس کے چوڑے کندھوں پر سمجھنے خاکی درد میں سلگ رہی تھی، سیاہ ہو رہی تھی جسم کا اڑ سے فیصد حصہ جل چکا تھا۔ جلتے ہوئے جنم کو سب سے بلا خطرہ سیپاک ہو جانے کا ہوتا ہے چنانچہ ساجد کے یتر کے گرد پالی تھیں کا ایک خیر نصب کر دیا گیا۔ اُس نے نرس سے کہا ”تمہیں پڑھے میں ماں باپ کی اکتوبر اولاد ہوں میرے باپ کا بھی کوئی بھائی نہیں۔ میری ماں لاہور میں بیٹھی میرا منتظر کر رہی ہے کہ میں اگھے سفتے چھٹی پر جا رہا تھا۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ میرا کوئی سکھ بھائی نہیں..... ہاں خالزادوں میں بہت سا سے..... میرے ایک بھائی جان بیں جھنپیں سیاحت کا جزو ہے..... وہ ان دلوں یورپ گئے ہوئے ہیں.....“ اور بالآخر..... لابنے تھے اور گھنگیلے بالوں والا میرا ساجد جس کی شراری اُنھیں اور ڈیٹھنستہ دیکھ کر مجھے ناہر دس کی فوج کے گھر سوار بیباک افسر یاد آ جاتے تھے، سیاہ پکر کے آگے بازی ہار گیا۔ بازی میں نے لگائی تھی اور ہار ساجد کیا۔ زردوں پکر نے اُس کا ہاتھ خاما اور ہم سے ڈر لے گیا۔

میں نے خواب آور دنیوں کے بوجھ تکے دبے ایک مریض کی طرح یورپ اور ایشیا کی دسخون کو پار کیا تاکہ میں ساجد کے چالیسوی پر وطن بہنچ سکوں، اُس کی مٹی پر گھاس اُنگتے سے پھٹیں ایک جھڑے ہوئے گھر میں داخل ہوا تو میرے والد زندگی میں پہلی بار میرے لگے لگ کر رفتے۔ اُس لات میری بیوی مجھے اُس کے جانے کی، اُس کے ذمیں میں اُترنے کی تفصیلات بتا قی رہی اور ہم روتنے رہے۔ دوسری صبح جب ہم چالیسوی میں شرکت کے لیے طین میں ساجد کے گاؤں جا رہے تھے تو چھپ علیحدی ہوتی ہونا نے ایک دم کہا۔ وہ پریم بھی مرگی ہے۔

”کونسی پریم؟“ میرے شل ہوتے ہوئے ذہن پر کوئی تصویر نہ ابھری۔

”وہی آپ کی تلمی دوست..... سکھ لاد کی۔“

مگر میں اُس وقت کچھ بھی سوچ نہ سکتا تھا..... پریم مرگی ہے تو کیا ہوا..... کونسی پریم..... پتہ نہیں کونسی پریم.....

پوسے دو ماہ کے بعد جب ہم لوگ زیر زمین جانے والے کے لیے آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر کچے تو میں نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا اُس روز طین میں تم نے پریم کا ذکر کیا تھا۔“ وہ انھی اور ہماری کھول کر ایک خط مجھے تھا دیا۔

۲۳۔ بڑا کھجور روڈ۔ شہر دہلی۔

### محترم مستنصر!

آج صحیح کی ڈاک میں میری اکتوپنی پریم کے نام ایک خط تھا۔ میں نے وہ خط کھول لیا۔ کیونکہ پریم اُسے نہیں کھول سکتی۔ وہ مرچکی ہے۔ لفافے پر اُس کا نام دیکھ کر میں نے سوچا کہ یہ کون لا عالم شخص ہے جسے یہ معلوم نہیں کر دہ آج سے تین برس پہلے کی مرچکی ہے۔ میں نے اُس کا نام دیکھ کر آج اپنی کھوٹی ہوئی ہبن کے لیے پھر سے آنسو بھائے۔ وہ اکثر آپ کا ذکر کرتی رہتی تھی۔ اس لیے میں مختصر اُس کے چلے جانے کا حال لکھتا ہوں۔

شاید آپ کو معلوم ہو کہ اُس کی منگنی ہو گئی تھی اور وہ چند ہفتون تک بیا ہی جانے والی تھی رشاوی سے پیش تر وہ اور اُس کا منگنیر شاپنگ کے لیے یورپ گئے۔ والپی پرفیز

میں پریم نے صندل کو رہہ سپین دیکھے بغیر گھر میں لوٹے گئے۔ وہ سپین گئے اور علی کافنت سے باہر سلونا جانے والی ساحلی مرٹرک پرائی کی تیز رفتار سپورٹس کار کا حادثہ ہو گیا۔ کار پریم چلا ہی تھی۔ وہ شدید رُخْمی ہوئی مگر اس کا ملکیت بریج گیا۔ نزدیک تین ہسپتال باہر سلونا میں تباہ جاہاں پریم کو داخل کردا رہا۔ اس کی چند بیٹیاں تو تھیں اور چہرے پر زخم آتے تھے تو اکٹھوں نے کہا تھا کہ مسلسل طبی تہجد اشت کے ساتھ چار پانچ ماہ میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی۔ اس کا منگنگر اس کے پاس شہرا بنا گئے اسے کار و باری مصروفیات کی لی بنا۔ پر چند ہفتون کے لیے ہندوستان و اپس آنا پڑا۔ ایک رات پریم سوٹی ہوتی تھی کہ اُسے خفی کا احساس ہوا۔ وہ کچھ دیر تو پول بدبختی رہی گھر سروی کی کاشت نے اُسے اُٹھنے پر مجبو کر دیا۔

وہ کمرے میں نصب گھسی ہٹریک پاس آئی اور اُسے جلانے کے لیے ماچ کی نیلی روشنی کی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اُسی لمحے پریم کمرے کے درمیان گھری مشعل کی طرح جانے لگی۔ وہ ایک دہشت زده جانور کی مانند کم سہم وہیں گھری جلتی رہی اور بالآخر تکلیف کی شدت سے مجور ہو کر چھینی مانے گئی۔ جب تک وہ دو کو اُسے وہ جلتے جلتے سیاہ ہو چکی تھی۔ گیس ہٹری میں خرابی تھی اور اس میں سے گیس لیک کرنی تھی۔ جب پریم ہٹری جلانے کے لیے بسترسے اُٹھنی تو پورا کمرہ گیس سے بھرا ہوا تھا۔

جو ہنی بھجے یہ دہشتگاہ جنمی میں فراؤ باہر سلونا روانہ ہو گیا۔ اُخنوں نے پریم کو پالی تھیں کہ بنے ہوئے ایک خیبے میں رکھا تھا تھار جلے ہوئے جنم کو سببے بڑا خطہ بیٹک ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اس کا جسم سیاہ پڑھا گھنا۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میری بہن بہت بلے تدکی تھی اور وہاں اُس بسترسے پڑی، اس کے تقریباً بیزروہ بہت ہی بھی انک گلتی تھی۔ مگر وہ بول سکتی تھی۔ اس کے خیبے میں ایک فون تھا اور دوسرا دھرم پرے قریب میز پر رکھا تھا۔ ہم پھر وہ ایک دھرم کے دیکھتے رہتے اور فون پر باقیں کرتے رہتے۔ اس نے آپ کے باسے میں بھی باقی کیں راستفر نے بچھے باہر نہیں

کام کارڈ بھی بھجا تھا۔ میں یہاں آ تو اُنگی مگر معلوم نہیں کہ کس حالت میں۔ وہ اس شہر میں گھومتا رہتا تھا۔ شاید ہسپتال کے اس کمرے کے نیچے سے بھی گزارا ہو بھجے پہلی بار بار سلونا کا نام

تب علوم ہوا جب میں اُسے یہاں خط لکھا تھا) پریم شدید اذیت میں بختی مگر دُہ مسکراتی رہتی تھی اور باتیں کرتی رہتی تھی۔ اُس کے درجنوں اپریش کئے گئے تاکہ جلد ہوئے حصول پر سرحدی کی جا سکے مگر دن بدن اس کا وزن کم ہوتا گی..... یہاں تک کہ اُس کے بستر پر ۹ میٹے نہ کاٹ دیوں کا ایک ڈھانچہ بیکا۔ مگر دُہ بدل سکتی تھی۔ اپنی دنوں مجھے ایک آشدا و باری ہزورت کے تحت وہ دوز کے لیے دہل و اپیں آنا پڑا، اور گھر پہنچنے ہی مجھے ہسپتال کی طرف سے تار ملا کر پریم اُسی رات مر گئی تھی۔

میں بار سلونا گیا اور اُسے دہل لے آیا۔ یہاں جیسا کہ ہم میں راجح ہے ہم نے اُسے جلا دیا۔

میں شادی شدہ ہوں اور میرے دو جڑواں نجھے ہیں میں کاروبار کے سلسلے میں زیادہ تر دہل سے باہر رہتا ہوں۔ اُپ پریم کے دوست تھے۔ اگر اُپ مجھ سے رابطہ رکھیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔ کبھی دہلی تشریف لائیں تو مجھے اور میری بیوی کو بیجد خوشی ہوگی۔  
اُپ کا

#### اندر جیت

پریم کی احمدیہ خواہش پوری ہوئی۔ آج اُس کی موت کے چھ برس بعد وہ بائیں بس کی ہے۔ وہ بائیں بس کی ہی ہے گی۔ اُس نے کہا تھا تاں کہ کاش انسان ہیشہ ایک ہی عمر کا ہے۔

## درخت

کھاڑے کا شکتا پھل درخت کی چال کو چڑتا ہوا سفید گودے میں ٹھب گیا۔ یہ پہلی  
عزب تھی۔

کٹڑا سے نے ہتھیروں پر تھوڑا اور دستے کو صبر طی سے خام کرائے درخت سے  
علیحدہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔..... بازوؤں میں اتنی طاقت نہ تھی۔  
اُس نے آسمان کی جانب دیکھا جیسے غبی بدو کا منتظر ہے اور پھر زور لگایا.....  
خونا کا مہما۔

تیسرا مرتبہ اس نے اپنی تمام نرکینگیوں اور بد عدیوں کو یاد کیا اور پھر دستے کو کھینچا  
اشکتا ہوا پسل باہر تو آگیا مگر وہ کندہ ہو چکا تھا۔

کٹڑا سے نے اس مرتبہ ہتھیروں پر شوکنے کی بجائے نفرت سے دصرق پر تھوڑا  
اور دانت پیتے ہوئے گھاڑا بلند کر دیا۔

ندی کے کارے زمین کا یہ مکڑا اعرس سے بخوبی انتھا۔ بیشمار تدبیر درخت سے

گھرلا ہو اگر بخیر، وہ قدیم درخت ہمیشہ سے دہاں تھے مگر حیرت کی بات تھی کہ ان کی جڑیں زین کے اندر نہیں تھیں زین کے اوپر اور پھیلی ہوئی تھیں بالیسا لگتا تھا کہ جیسے یہ پہنچے درخت اپنا محلِ ذرع بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ ہوا کے ذرع کے ساتھ رہتے آہستہ آہستہ اُسی جانب بکھکتے رہتے ہیں۔ جڑیں زین کے اوپر اور پر ہوں تو کہنے میں کتنی آسانی رہتی ہے۔ جہاں بارش کا امکان ہوتا، ان کی زبانوں کی لاپچی شاخیں اُدھر کو پھیلنے لگتیں۔ ان میں ایک دو درخت ایسے بھی تھے۔ جو اپنے مقام پر نہ رہتے ہوا کاساتھ نہ دیتے گر خوف کی بتا پر، پیرا نہ سالی کی وجہ سے۔ سبھی درختوں کی ٹھنڈیاں ٹھریڈیاں ہوتے کے باعث ٹیڑھی ہو چکی تھیں۔ پتوں میں بیماریوں نے سوراخ پیدا کر دیتے تھے، اور ان کے کنارے مٹڑے مرطے تھے۔ ٹالیوں پر حشرت الارض ریگتے رہتے۔ ان کے تنے کو روکلے بروچکے تھے۔ چھاؤں بھی چھوڑتی تھی۔ اگر کوئی مسافر ان کے سائے تھے میختا تو خود ٹوپی دیر بعد اپنے اوپر گرنے والے کیڑوں اور بالوں پر پڑتے گھن کے برائے سنتے ناگ اگر خود ہی چلا جاتا۔ مگر پھر بھی ان درختوں کو زخم تھا کہ وہی دراصل اس خطے کو دھوپ اور بارشوں سے بچائے ہوتے ہیں۔ پھر ان درختوں کے دریابیان میں واقع اُس بھرکڑے میں سے ایک کونپل پھیلی، دلوں میں ایک تنے منے پوے میں بدل گئی تب اُس کی شاختہ ہوتی ہی پوسفیدے کا تباہ، تمام لوگ جانتے ہیں کہ سفیدے کا درخت تیزی سے بڑھتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوے جنگل پر حادی ہو جاتا ہے اور اُس کی جڑیں زین میں ڈوڑنک پلی جاتی ہیں۔ اور اُس کے تنے میں خشب ہوتی ہے اور وہ بید نہ دنار اور خوبصورت ہوتا ہے۔ بوڑھے درخت اس نوار سے بے حد حسد کرتے تھے، اتنی تیزی سے نشووناپا ان کے نزوکیک گناہ کیہرہ تھا۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ سفیدے کی چھاؤں اتنی لگنی نہیں ہوتی۔ مگر پھر بھی ندی کو پار کرنے والے مسافروں نے اکثریت اس کے سائے تھے آرام کرتی۔ اس کی دو وجہات تھیں۔ ایک تو ان کے جسم کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہتے اور دوسرے وہ اس کی خشبیو اور خوبصورتی کے چاؤ میں دہاں بیٹھے رہتے۔ سفیدے کا درخت قدرے معزز دبھی تھا اور وہ اپنے ہم کے

تکریں بعض اوقات مسافروں کی نفرت بھی نہولے لیتا۔ مگر بعد میں فہارسے معاف کر دیتے۔ اب بڑھے درخت داشت پیشے خاموش بیٹھے رہتے۔ کوئی بھی ان کے قریب نہ جاتا۔ پھر ندی میں سیلاب آیا اور درخت اپنی جگہ پر جما رہا۔ مگر بیشتر پڑائے درخت کوٹ پھرٹ گئے۔ اب ان کے درمیان حسد کا رشتہ ٹھٹا اور نفرت اور ضمید کا الاؤ بھڑکنے لگا۔ اسی دوران اُدھر سے اُس کا گزر ہوا۔

اس کے کامنے پر ایک گھاٹ اتنا شکنے ہوئے ہیں والا۔ کھاٹے کی وہ صریح ضرب سے درخت کے پتوں میں خفیت سی بے چین حرکت ہوئی۔ انھوں نے محوس کیا کہ ان کے تنہ پردار ہوا ہے۔ جڑوں کو بھی جڑ ہوئی کرتا ہے ہوئے رابطہ کرتا ہے۔ اب سانس لینا مشکل ہو جاتے گا۔

”..... اس درخت کو مت کاٹو.....“ کھڑا ہے کے ذجن معادن نے دستے پر ہاتھ جا کر درخواست کی۔

”ہو نہہ“ کھڑا ہے نے تکریسے درختی پر تھوکا اور گردن اُپنی کرکے سفیدے کی بلند ترین شاخوں کو دیکھنے کی کوشش کی گردہ ان تک پہنچتے پہنچتے اس کی نظر دھندا گئی۔ اس کے پتے کھجور کی طرح زمین سے بہت وودھیں۔ ان کی پھاول چھدری اور ہلکی ہے۔ مسافر صرف اس کی خوبصورتی اور تنہ سے نکلنے والی خشبو سے محسوس ہو کر اس کے پتے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے چہرے دھرپ کی شدت سے پہنچے بھی سیاہ تھے اور اب بھی ہیں۔ اس درخت نے انھیں کیا دیا ہے۔ ان دھرپ سے بچانے کا سرب دکھایا۔ مگر بچایا نہیں۔ میں اسے کاٹ دوں گا۔“

”بابا کم از کم اس کی شاخوں میں سے کہڑے کہڑے مسافروں پر نہیں گرتے۔ نہیں یہ بھی یقین ہے باطل ہی سہی کہ یاں پر گر کر انھیں کچھے گا نہیں۔“

”میں اس کی جگہ نہے درخت لگاؤں گا۔“

”مگر ہم کھڑا ہے تو صرف درخت کا شتے بن لگاتے ہیں۔“

”اُس نے جواب شیئے کی بجاے کھاڑا بلند کیا اور ”درخت“ کے تنہ میں آتا۔“

شام ہو گئی مگر درخت گرانہیں۔

دوسری صبح ندی پار کرنے والے پہلے شخص نے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اپنا تمہبند سر سے آتا اور اس سے کمر کے گرد کس لیا۔ بغل میں دبی جو تی نکال کر ہپنی اور ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔ ”درخت“ کے تنے میں ایک گمراہ خم رہتا۔ اُس نے آگے بڑھ کر اپنی مستقبلیں کے اندر رکھ دی۔ نغمہ گرا تھا۔ مگر وہاں خون نہ مقاصفہ تھا۔ اور اطمینان رہتا۔ عہد سے کون کاٹ رہا ہے؟ ”وہ منزل کی جانب روانہ ہونے کی بجائے وہیں بیٹھ گیا۔“ دوسرا شخص آیا تو پہلے شخص نے اسے درخت کے گھاد کے باسے میں تباہی، وہ بھی وہیں پر اجھا ہو گیا۔ جب کلڑا را المپنے کلہاڑے کو ساری رات تیر کرنے کے بعد واپس آیا تو وہاں اچھا خاصا ہجوم رہتا۔ شکنا پھل فضایا میں اٹھا تو کسی ہاتھ نے دستے پر اپنا بوجہ ڈال دیا۔

”تم کون ہو؟“

”ہم مسافر ہیں۔ اس درخت کی چھاؤں میں بیٹھتے ہیں..... اور تم؟“  
”میں کلڑا ہارا ہوں۔ اس درخت کو کاٹ کر اس جگہ نئے درخت لگانا چاہتا ہوں۔“

”مگر کلڑا سے صرف درخت کاٹتے ہیں لگاتے نہیں۔“

”تم دیکھ لو گے کہ یہ کلڑا را درخت لگاتا تھی ہے۔“

”مگر اس عمل میں تو ہرسوں لگ جائیں گے تب تک ہم کہاں ستائیں گے۔“

”مگر ہم چھاؤں کی امید میں چند برس انتظار بھی تو کیا جاسکتا ہے۔“

”اُن چند برسوں میں ہم شاید نہ رہیں..... ہم تمہیں اسے کاٹتے کی اجازت نہیں دیں گے۔“

”اس درخت اور میرے کلہاڑے کے درمیان جو شے حاصل ہوتی ہے گٹ جاتی ہے۔“ مسافروں کے ہاتھ خالی تھے۔ اُنھیں تیکھے ہٹنا پڑا۔ اور کلڑا ہارا درخت پر داکر نے لگا۔ بالآخر بلندی پر تالیاں بجا تے پتے اور زمین میں ڈوڑکا۔ تری ہری

جزدیں کے درمیان صرف ایک رگ باقی رہ گئی۔

کڑھا سے نے دھرتی پر تھوکا اور اپنے کھڑا سے سے اُس رگ کا بھی کاٹ دیا۔

درخت ترچھا ہوا، دھرتی کا رخ کیا اور گرنے لگا اور یخا ہوا، اور یہا کے رُخ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زمین کی جانب چکتا چلا گیا..... اور پھر اُس کے گرنے کی آواز پر سے جبل میں سنجیتی ہوئی چھائی۔ مسافروں نے حیرت سے دیکھا، وہ درخت، ویکھنے میں اتنا بلند نہیں گلتا تھا اگر اب تو وہ جبل کے اس سرے سے لے کر دوسرا سرے تک قدیم درختوں کو چکتا ہوا اُن پر لیتا تھا۔ مسافر اپنے مخفیتی ہاتھوں کے پیاروں سے اُس کی لمباشی مانپنے لگئے، درخت کی بلندی صرف اس کے گرنے کے بعد علم ہوتی ہے) اور پھر اتم کرنے لگئے۔ کڑھا سے کامیں پتہ نہ تھا۔ اُس نے آخری ضرب تو لگاتی مگر اُس کے بعد دہ کھل گیا کیسی کو معلوم نہیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں اور ان میں کڑھا سے کافی جوان معاون بھی شامل ہے کہ جب بلندی پر نالیاں بجاتے ہوں اور زمین میں دُوز تک اُتری ہوئی جزوں کے درمیان صرف ایک رگ باقی رہ گئی تو یہ دم کڑھا سے کی تہمت جواب دے گئی۔ وہ چلا گیا اور آہستہ آہستہ درخت کے گہرے زخم بھرے ہے میں کیونکہ جس وجود کی جڑیں زمین میں دُوز تک پھیلی ہوں زمین اُسکے کہی اپنے سے جدا نہیں کرتی۔ (مشعل)